اذان ثانی جمعہ پر مباحثہ

مابین

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی

و

حضرت مولانا معین الدین اجمیری

دوسری بحث

اذانِ ثانی جمعہ کے موضوع پر دو سُنّی عالموں کا علمی مذاکرہ

مابین	:	صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی
		و حضرت مولانا معین الدین اجمیری
بتاریخ	:	۱۵؍محرم ۱۳۳۵ھ/ دسمبر ۱۹۱۶ء
بمقام	:	دارالعلوم عثمانیہ معینیہ، اجمیر شریف، راجستھان
بقلم	:	تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی
بحوالہ	:	ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور،
		۴؍دسمبر ۱۹۱۶ء، نمبر ۶، جلد ۵۳، ص ۳ تا ۶

حق کی حمایت پر صدرالافاضل کا بے لاگ تبصرہ

مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ پر ایک دلچسپ مکالمہ

از قلم: تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی

۱۵ رمحرم الحرام ۱۳۳۵ھ کو حامیِ دین متین حاملِ علوم سید المرسلین حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی دامت برکاتہم حاضر آستانہ فیضِ کاشانہ حضور سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔ آستانہ بوسی کے بعد دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے معائنہ کے لیے تشریف لے گئے۔ صدر المدرسین مدرسۂ معینیہ عثمانیہ جناب مولانا مولوی معین الدین صاحب استاذ العلما حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی سے جو گفتگو مسئلۂ اذانِ جمعہ میں ہوئی، اس کو ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

صدر المدرسین: آپ کا کیا نام ہے؟ کہاں دولت خانہ ہے؟

استاذ العلما: نعیم الدین نام ہے، مراد آباد غریب خانہ ہے، جناب سے ایک مسئلہ میں کچھ دریافت کرتا ہے، اگر زیادہ حرج نہ سمجھیے تو عرض کروں۔

صدر المدرسین: اگر وہ مسئلہ زیادہ بحث طلب ہو تو بعد عصر ورنہ ابھی فرمائیے۔

استاذ العلما: مَیں مسافر ہوں اور آج ہی نو بجے شب کی گاڑی سے جانے والا ہوں، بہتر ہوگا کہ مجھے ابھی وقت دیا جائے۔

صدر المدرسین: بہت مناسب، فرمائیے۔

استاذ العلما: اذانِ خطبہ کے داخلِ مسجد ہونے کی کوئی تصریح کتبِ فقہ میں جناب کی نظر سے گزری ہے؟

صدر المدرسین: آپ تصریح دریافت فرماتے ہیں؟

استاذ العلما: جناب! جی ہاں!!

صدر المدرسین: مَیں ایک تمہید عرض کرلوں، فقہا نے یہ التزام فرمایا ہے کہ ایک ایک جزئی کو کتابوں میں جا بجا مذکور فرمایا ہے اور اگر اس میں ذرا بھی کسی عبارت میں احتمال نکلتا ہے تو ''نبود'' کے اضافے فرمائے ہیں، تاکہ کوئی شخص دوسرے معنی کی طرف نہ جا سکے۔ اب جہاں کہیں کہ فقہا نے تصریح نہیں فرمائی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ امر ایسا معلوم و معروف ہے کہ اس میں حاجت گفتگو ہی نہیں۔

استاذ العلما: آپ کا دوسرا مقدمہ دوسرے مقدمہ سے مضمحل ہو گیا۔ پہلے مقدمے سے یہ نتیجہ نکال لینا بالکل غلط ہے کہ فقہا کے نزدیک عدم ذکر ذکر مؤکد ہے، بلکہ جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جہاں ذرا بھی احتمال ہوتا ہے، فقہا اس پر قیود کا اضافہ کرتے ہیں، یہ صاف بتاتا ہے کہ تمام کتابوں میں کسی مسئلے کو اس طرح ذکر کرنا کہ کہیں قید نہ ہو، آپ کے مقدمے کی بنا پر عدم احتمال کی دلیل کافی ہے۔

صدر المدرسین: بہت سے مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ فقہا عرف پر اکتفا فرماتے ہیں اور اس کی تصریحات چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ عورت کے لیے سینہ پر چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھنا، ایسا معمول ہے کہ اب اس کی کہیں تصریح نہیں۔ مَیں مہینہ بھر کی مہلت دیتا ہوں، کتب خانہ موجود ہے، آپ نکال تو دیجیے، ہم ایسی بات نہیں کہہ دیا کرتے ہیں، ہم نے مدّتوں کتابیں چھانی ہیں۔

استاذ العلما: آپ کا علم و فضل زیر بحث نہیں، مسئلہ جو جناب نے فرمایا، میرے

خیالِ ناقص میں صحیح نہیں ہے، نہ کتبِ فقہ اس سے ساکت ہیں، لیکن قطع نظر اس سے مَیں آپ کے کلام سے اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ فقہا نے اذان کے داخلِ مسجد ہونے کی کہیں تصریح نہیں فرمائی، آیا آپ کے کلام کا یہی نتیجہ ہے یا کچھ اور؟

صدرالمدرسین: جی ہاں! یہی نتیجہ ہے اور عرف ورواج بتا رہا ہے کہ اذان مسجد کے اندر رہی ہے۔

استاذ العلما: اس اذان سے جناب کون سی اذان مراد لیتے ہیں؟

صدرالمدرسین: مطلق اذان جو پنج وقتہ اور اذانِ خطبہ کو شامل ہے۔

استاذ العلما: جب کہ کتبِ فقہ میں اذان کے داخلِ مسجد ہونے کی تصریح نہیں اور خارجِ مسجد ہونے کی تصریح موجود ہے۔ "**لا یوذن فی المسجد**" تو آپ کو کیا جائے گفتگو باقی ہے۔

صدرالمدرسین: تو اب آپ تصریح چاہتے ہیں تو آپ کو تصریح ہی بتا دوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حضرت بلال مسجد شریف کی چھت پر اذان کہتے تھے اور سقف مسجد، مسجد ہے۔

استاذ العلما: آپ نے اپنے رسالہ ''القول الاظہر'' میں لکھا ہے کہ سوائے مجتہد کے کسی کا حق نہیں ہے کہ حدیث سے کوئی حکم ثابت کرے، پھر آپ اس حدیث کے پیش کرنے کے کیوں کر مجاز ہوئے؟

صدرالمدرسین: مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرف سے اس فرعی مسئلہ میں بہت سختی کی گئی ہے، اس لیے یہ بطریق الزامی جواب کے لکھا گیا۔ میری کتاب میں الزامی اور تحقیقی دونوں قسم کے جواب ہیں۔

استاذ العلما: جب آپ الزام دیتے ہیں تو آپ کا الزام اگر آپ پر لوٹا دیا جائے، تو کیا ہے جا ہے؟

اس پر ذرا مولوی معین الدین صاحب کے تیور بدلے، حضرت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مدظلہ نے فرمایا: مولانا! میرے مزاج میں طالب علمانہ شوخی ہے، پھر مولوی معین الدین صاحب نرم ہو گئے اور فرمایا: جو آپ فرمایئے، مَیں بُرا نہیں مانتا ہوں، جب میرے منع کرنے سے مولانا احمد رضا خان صاحب باز نہ آئے اور انہوں نے حدیث سے استفادہ کیا، تو مَیں کیوں نہ کروں؟ انہوں نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کے راویوں میں محمد بن اسحاق نامعتبر، مجروح و مطعون ہیں کہ امام مالک نے ان کو دجّال کہا ہے "**كان دجالا من الدجاجلة**۔"

استاذ العلما: مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہو تو ان پر الزام ہو سکتا ہے، نہ کہ آپ کے قول سے، خصوصاً ایسا قول جس کو وہ صحیح ہی نہ مانتے ہوں، تو اُن پر کیوں عمل کریں، لیکن آپ کو اپنے قول پر ضرور عمل کرنا پڑے گا۔ رہے محمد بن اسحاق، اوّل تو امام مالک سے ثابت نہیں کہ انہوں نے ایسا فرمایا ہو، امام ابن ہمام نے اس کا انکار کیا ہے اور بفرض تسلیم توثیق ان کی کس قدر قوی ہے اور اس کے مقابلے میں جرح و مجروح ہے، کیا آپ محمد بن اسحاق کی جرح کو راجح و معتبر مانتے ہیں؟

صدر المدرسین: میں نے تو اپنی کتاب میں جرح و تعدیل دونوں ذکر کر دی ہیں اور مَیں امام ابن حجر کا یہ فیصلہ مانتا ہوں کہ سیر و مغازی میں تو ابن اسحاق معتبر ہیں اور حلال و حرام میں نہیں۔

استاذ العلما: اس تقدیر پر یہ مطلب ہوگا کہ جہاں ظنیات کافی ہیں، وہاں تو اعتبار ہے اور جہاں قطعیات درکار ہیں، جیسے حلال و حرام کا معاملہ، وہاں دوسرے ادلّہ درکار ہوں گے، یہاں تو کراہت کی

بحث ہے، وہ تو حدیث ضعیف سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔

صدرالمدرسین: یہ معاملہ تو حلال و حرام سے بھی اہم ہے، کیوں کہ اذان شعائر دین میں سے ہے۔ حتی کہ اس پر جہاد کیا جا سکتا ہے۔

استاذ العلما: اذان شعائر دین میں سے ہے یا اس کا داخلِ مسجد و خارج مسجد ہونا اور بلند و پست آواز سے ہونا بھی؟

صدرالمدرسین: جی ہاں! اذان اور اس کے تمام احکام داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد ہونا اور بلند و پست آواز سے ہونا، یہ سب شعائر دین سے ہیں۔

استاذ العلما: دلیل لائیے۔

صدرالمدرسین: تو آپ مجھ سے ہر ہر بات کی دلیل طلب کریں گے؟

استاذ العلما: اگر یہ خوف ہے تو پھر ایسے دعوے نہ فرمائیے، جو محتاجِ ثبوت ہوں۔
ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار۔

صدرالمدرسین: بہت اچھا! آپ کو تو مَیں ابھی سمجھائے دیتا ہوں، یہ تو میرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں، آپ فرمائیے کہ یہ شعائر دین ہے یا شعائر دنیا، دو حال سے خالی نہیں، آپ شعائر دنیا مانتے ہیں؟

استاذ العلما: ناخنوں کی تراش کا داہنے ہاتھ کی سبابہ سے شروع کرنا، پانی دونوں ہاتھوں سے لے کر تین مرتبہ میں پینا، جوتا پہننے میں داہنے سے شروع کرنا، یہ سب شعائر دین ہیں یا شعائر دنیا؟

صدرالمدرسین: مَیں کسی بات کا جواب نہ دوں گا، میری بات کا جواب دیجیے۔

استاذ العلما: تو آپ جملہ اُمور کا شعارِ دین و دنیا میں حصر ثابت کیجیے اور ایسی دلیل قائم فرمائیے جو یہ ثابت کر دے کہ جملہ اُمور دو حال سے خالی نہیں ہو سکتے، شعارِ دین میں ہوں گے یا شعارِ دنیا سے۔ آپ ایسے فاضل سے بہت بعید ہے کہ بغیر حصر ثابت کیے یہ سوال کر دے۔

صدرالمدرسین: (ذرا رُخ پھیر کر اور کچھ بے التفاتی کی سی شکل بنا کر) لیجیے! اب مَیں آپ کو دوسری طرح سمجھاؤں۔ کلام اللہ میں "وتوفی عنها زوجها" کی عدّت چار مہینے دس دن وارد ہوئے اور حاملہ کی عدت وضع حمل۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت حاملہ کا شوہر مر گیا، تو اس کی کتنی عدّت ہے؟ تو "ابعد الاجلین" عدّت فرمائی۔

اسی طرح اس مسئلے میں بھی "لا یؤذن" عام ہے۔ اذان پنج گانہ اور اذانِ خطبہ کو اور "بین یدیه" عام ہے۔ داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد کو، پس اس میں دونوں کو اپنے عموم پر برقرار رکھنا چاہیے، اذان پنج گانہ تو بیرونِ مسجد ہو اور اذانِ خطبہ داخلِ مسجد، قریب منبر۔

استاذ العلما: اس تقدیر پر "لا یؤذن" کا عموم کہاں باقی رہا؟ اذانِ خطبہ اور اذان پنج گانہ دونوں بیرونِ مسجد ہوں تو "لا یؤذن" اور "بین یدیه" دونوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ "ابعد الاجلین" مقرر کرنے سے دونوں آیتوں پر عمل ہوتا تھا اور جو صورت آپ نے بیان فرمائی ہے اس تقدیر پر "لا یؤذن" اپنے عموم پر نہیں رہتا۔

صدرالمدرسین: اس تقدیر پر "بین یدیه" اپنے عموم پر نہیں رہتا، بلکہ آپ اسے خارجِ مسجد کی قید سے مقید کرتے ہیں۔

استاذ العلما: عموم پر تو کسی طرح نہیں رہتا، آپ اسے داخلِ مسجد کی قید سے مقید کرتے ہیں اور آپ یہ قید نہ لگائیں تو آپ کے نزدیک اذانِ خطبہ کا داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد ہونا، دونوں جائز ہے۔ اب آپ کے نزدیک بھی اذانِ خطبہ کا خارجِ مسجد ہونا جائز بلا کراہت ہوا۔ گو کہ ابھی تک آپ داخلِ مسجد بھی جائز کہتے ہیں،

لیکن صراحت سے جواز کا خارجِ مسجد کا اقرار کیجیے تو اذان داخلِ مسجد کی نسبت کچھ عرض کروں۔

صدرالمدرسین: میں داخلِ مسجد اور خارج اذان کو جائز مانتا ہوں۔

استاذالعلما: اتنا تحریر کردیجیے۔

صدرالمدرسین: یہ تو مَیں نے تنزلاً کہہ دیا تھا۔

استاذالعلما: آپ تنزلاً کچھ نہ فرمایا کریں، ہرایک بات ترفعاً وتعلیاً ہو۔

صدرالمدرسین: آپ کو لحاظ رکھنا چاہیے اور یہ بات بھی آداب میں سے ہے کہ کسی شخص کے پاس جائے تو اس کی عزت وآبرو کا لحاظ رکھے۔ مجمع میں کسی شخص کی توہین کرنا کیا مناسب ہے؟ یہاں طلبہ موجود ہیں، آپ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرسکتے تھے، مَیں نے کہا تھا کہ بعد عصر تشریف لائیے۔

استاذالعلما: حضرت! مَیں نے تو آپ کی اجازت سے گفتگو شروع کی تھی، یہ خیال تھا تو آپ نے اجازت نہ دی ہوتی۔ مَیں گفتگو کرکے مسئلہ صاف کرنا چاہتا تھا، ہوا خیزی میری نیت تو نہ تھی۔

صدرالمدرسین: آپ میری ہوا خیزی کرہی کیا سکتے ہیں۔

استاذالعلما: مَیں عرض کرتا ہوں کہ میری یہ نیت ہی نہیں اور مَیں کربھی کیا سکتا ہوں، یہ سچ ہے۔ لیکن لمبے چوڑے دعوے کردیا کرتے ہیں۔ بہرحال میری بات کا جواب عنایت ہو۔

صدرالمدرسین: اب مَیں آپ کو شامی دکھادوں گا کہ سقف مسجد، مسجد ہے اور سقف مسجد پر اذان جائز ہے، اب مَیں جاتا ہوں، کتاب تلاش کرکے لاتا ہوں، آپ ظہر کی نماز پڑھ لیجیے۔

حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ ''بہتر'' فرما کر نماز پڑھنے

مسجد شریف تشریف لائے اور مولوی معین الدین صاحب مکان تشریف لے گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مولوی معین الدین صاحب واپس تشریف لائے، کچھ عرصہ تک غلام مرشد صاحب طالب علم کا انتظار کیا، جب وہ آئے تو فرمایا کہ اگر آپ کو فقہ میں یہ دکھا دوں کہ سقف مسجد مسجد ہے اور سقف مسجد پر اذان جائز، تو آپ داخلِ مسجد اذان ہونا تسلیم کرلیں گے؟

استاذ العلما: جواز مع الکراہۃ تو اب بھی تسلیم کرتا ہوں، بلا کراہت جب بھی تسلیم نہیں کروں گا، بلکہ اس میں بہت جائے گفتگو ہے، لیکن آپ اپنے اقرار سے اس عبارت کے دکھانے پر مجبور ہیں، دکھائیے۔

اس پر مولوی معین الدین صاحب نے شامی کھولی، ''سقف'' کی شرح میں یہ نکالا کہ حضرت بلال نے ظہر مسجد پر اذان فرمائی، فرمایا: اب تو آپ تسلیم کرلیجیے کہ اذان فوق المسجد کا جواز فقہ سے ثابت ہوگیا۔

استاذ العلما: بندہ نواز! یہ حدیث ہے، جس سے اذان علی ظہر المسجد ثابت ہوتی ہے، فقیہ نے اس کو صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ اذان کے بالا مقام پر کہے جانے کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ اس حدیث سے اذان کے مسجد میں داخل ہونے پر استدلال نہیں کیا اور آپ تو حدیث سے سَند لا ہی نہیں سکتے، کیوں کہ **القول الاظہر** میں مقلّد کے لیے حدیث سے استدلال آپ خود نا جائز کر چکے ہیں۔ حدیث کا فقہ کی کتاب میں لکھا ہونا آپ کے لیے کافی نہیں۔

صدر المدرسین: دیکھیے! آپ نے یہ بات کہہ دی، مَیں پہلے ہی سمجھا ہوا تھا، پھر شاگرد رشید کے مشورے سے فرمایا کہ آپ اس قدر لکھ دیجیے کہ اذان علی ظہر المسجد شامی کی نقل کردہ حدیث سے ثابت ہوئی۔

استاذ العلما: بندہ لکھنے کے لیے حاضر ہے، جناب کچھ تقریریں فرما چکے ہیں، وہ

بھی قلم بند فرما دیجیے۔

صدرالمدرسین: (اس پر تو بہت ہی برافروختہ ہوئے، فرمانے لگے) میری تمہاری کیا برابری ہے، تم نے مجھ سے کیا حکم کہہ دیا۔ مَیں اپنی شان کے کے خلاف باتیں سننے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آپ بہت متجاوز ہو چکے ہیں، اپنی حد کے اندر رہ کے بات کیجیے۔ **ذرا طلبہ کی بھی آنکھیں نکالیں اور غصّے کے لب ولہجہ سے مرعوب کرنا چاہا۔**

استاذ العلما: مولانا! آپ کی شان سے خودستائی اور اپنے منہ سے اپنی مدح سرائی کرنا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ کیا آپ میری مسافرت پر نظر کرکے دھمکیوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں؟ مَیں بھی جناب کو اس نظر سے دیکھتا ہوں، جس نظر سے آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ مجھ سے لکھنے کے لیے کہہ دیجیے، جب تو تجاوز، ترکِ ادب کچھ نہ ہوا اور مَیں لکھنے کے لیے کہوں تو اس قدر ناگوار گزری۔ اگر آپ مجھ سے ایک حرف لکھوانا چاہیں تو آپ کو اپنی پوری تقریر قلم بند کردینا چاہیے۔ بلکہ لکھنا آپ ہی پر ضروری ہے اور مجھ پر بالکل لازم نہیں، کیوں کہ اس وقت آپ مجیب کی حیثیت رکھتے ہیں اور مَیں مانع کی۔

صدرالمدرسین: (ذرا نرم ہوکر) اچھا! اب آپ دوسری عبارت دیکھیے، ہدایہ میں ہے: **و یکرہ المجامعة فوق المسجد و البول و التخلی لان سطح المسجد له حکم المسجد۔** دیکھیے! پہلی عبارت سے سقف مسجد پر اذان ہونا ثابت ہوا اور دوسری سے سقف مسجد کا مسجد ہونا، دیکھیے کیسا مدعا ثابت ہوا۔ مجھ سے تو جو مناظرہ کرے گا اس کا یہی نتیجہ ہوگا، جو آپ کا ہوا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کو فقہ میں بہت نظر ہے، اس کا مَیں اقرار کرتا ہوں اور اس کا انکار کمینہ پن بھی ہے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اُن کی طرف داری کرنے کے لیے جو کوئی بھی آئے، وہ بھی ایسا ہی وسیع النظر ہو۔ مولانا! میری نظر بہت دور تک ہے اور مَیں جو کچھ کہتا ہوں بہت تحقیق کر کے کہتا ہوں۔

استاذ العلما: آپ جتنی بھی تعریفیں کیجیے، صرف اپنا دل خوش کرنے کی باتیں ہیں۔ دوسرا آپ کی خودستائی سے آپ کو اس رتبے کا نہیں سمجھ سکتا، نہ آپ خود ہی بڑھ سکتے ہیں۔ شامی کی روایت پیش کرنے کا آپ کو کوئی حق ہی نہیں تھا، کیوں کہ وہ حدیث ہے اور حدیث سے جناب صراحتاً دست بردار ہو چکے ہیں، اب رہی ''ہدایہ'' کی عبارت، وہ خود بتا رہی ہے کہ سقف مسجد، مسجد نہیں، بلکہ بعض اُمور میں اس کو حکم مسجد دیا جاتا ہے اور یہ تو فرمائیے کہ مسجد میں پاخانہ پھرنے کا کیا حکم ہے؟

صدر المدرسین: مسجد میں پاخانہ پھرنا حرام ہے۔

استاذ العلما: مولانا! جب نہ ہوا تھا، اب فیصلہ ہوگیا کہ مسجد میں پاخانہ پھرنا حرام اور سقف مسجد میں مکروہ تحریمی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ سقف مسجد عین مسجد نہیں، ورنہ جملہ احکام اوصاف کا اتحاد ضروری تھا۔ ''لا یؤذن'' کی ایسی زبردست صراحت کے مقابلے میں آپ یہ کیا اوہام وتخیل پیش کر رہے ہیں؟

صدر المدرسین: (اس وقت مولانا کے چہرہ پر کچھ ندامت وشرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے اور کھسیانے لہجہ میں باتیں فرماتے تھے۔ توضیح نکال کر گھبرا کر کہا) شیخین کے نزدیک تو کراہت وحرمت میں کوئی فرق

ہی نہیں، اس مکروہ سے حرام مراد ہے۔

استاذ العلما: جناب مولانا! مَیں اس میں تو بحث ہی نہیں کرتا کہ کراہت وحرمت میں شیخین کیا فرماتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کیا؟ اور کبھی کراہت حرمت کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے یا نہیں۔ مَیں تو یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے تخلی فی المسجد کی تو حرمت کا اقرار فرمایا اور ''ہدایہ'' میں تخلی فرق المسجد کی کراہت کا حکم دیا اور اس کراہت سے حرمت ہر گز مراد نہیں لائے۔ ''فتح القدیر'' ملاحظہ فرما لیجیے، اس میں لکھا ہے کہ اس جگہ کراہت سے تحریم مراد نہیں۔ مولانا! اس فیصلے پر آپ کی زبان شاہد ہو چکی ہے، اب کوئی مخلص کی صورت نہیں۔

صدر المدرسین: مَیں نے شیخین کا قول دکھایا۔ میری وہاں تک نظر ہے، آپ ایسے وسیع النظر نہیں تو میرے توجہ دلانے سے توجہ کیجیے۔

استاذ العلما: جناب مولانا! آپ کے مقابلے میں کچھ مَیں ہی کوتاہ نظر نہیں ہوں، بلکہ آپ کی وسعتِ نظر کے سامنے تو امام ابن ہمام بھی کوئی چیز نہیں، جہاں جناب کی نظر پہنچی ہے، اُن کی نظر بھی نہیں پہنچی۔

صدر المدرسین: شیخین کے مقابلے میں امام ابن ہمام کیا ہیں؟

استاذ العلما: ہدایہ میں اس خاص موقع پر جو کراہت کا لفظ آیا ہے، اُس کی شرح میں شیخین نے یہ فرمایا ہے کہ اس کراہت سے اس خاص مقام پر حرمت مراد ہے، تو آپ خود پیش کیجیے۔ امام ابن ہمام تو اس خاص لفظ کی شرح فرما رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ اس خاص مقام پر کراہت بمعنی تحریم نہیں۔ دوسرے مقام پر کراہت کا استعمال کسی معنی پر ہوا ہے، یہ زیر بحث نہیں۔ آپ اپنے قول سے ملزم ہو چکے۔

صدرالمدرسین: (اپنے طلبہ سے متوجہ ہوکر) میرا جو کام تھا، مَیں کر چکا، جس عبارت کا وعدہ تھا وہ مَیں نے پیش کر دی۔

استاذ العلما: خاک ہی نہیں پیش کر دی، اللہ کی شان آپ کی زبان سے اقرار کرا دیا کہ سقف مسجد، مسجد نہیں۔

صدرالمدرسین: نہیں مولانا! مَیں نے کب اقرار کیا ہے؟

استاذ العلما: اور کوئی اقرار کے سینگ ہوتے ہیں۔ یہ آپ نے ہی فرمایا کہ مسجد میں تخلی حرام اور سقف مسجد میں مکروہ، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ تخلی مکروہ ہے، وہ یقیناً غیر ہے، اس جگہ کا جہاں تخلی حرام ہے۔

صدرالمدرسین: خیر مولانا! مَیں تو عبارت پیش کر چکا، اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا ہوں۔

منتظم دارالعلوم: حضرت مولانا صاحب! مَیں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر جواب عنایت فرمائیں تو آج قیام فرمائیں اور غریب خانے پر نان جویں تناول فرمائیں اور اگر کوئی امر بحث طلب باقی رہ گیا ہو تو آپ حضرات تنہائی میں طے کر لیں۔ یہاں مجمع عام ہے، طلبہ بھی، عوام میں سے ہوتے ہیں، ان کی نظر میں ایک عالم کی وقعت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا آپ کو بھی درد رکھنا چاہیے۔ ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے آپ ایسی باتیں کیوں گوارا کریں۔ دن بھر پڑھاتے پڑھاتے جناب مولوی معین الدین صاحب کا دماغ درست نہیں رہتا اور آپ تازہ دم وارد ہوئے تھے۔ آپ کی تو ایسی مثال ہے جیسے ایک پہلوان دوسرے سے کُشتی لڑنے کے لیے چھ مہینے سے تیار ہوا ہو اور مولوی معین الدین صاحب کی ایسی حالت ہے جیسے کوئی پہلوان

روزمرہ معمولی کُشتی لڑتا ہو تو یکا یک اس سے مقابلہ ہو جانا ایک اچانک بات ہے، جس کے لیے یہ تیار نہیں تھا۔ اسی وجہ سے جو لفظ مولانا کی زبان سے بے جا نکلا ہو مَیں آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں اور بہتر ہوگا کہ اس معاملے میں جو مزید گفتگو کرنا ہو تو بذریعہ تحریرات کے طے کرلیا جائے اور باہمی تحریریں شائع نہ ہوں، جب تک کہ آپس میں مسئلہ طے نہ کرلیا جائے۔

طلبہ دارالعلوم: حضور عالی! ہم لوگوں کے عادات وسکنات سے جو بات ناگوار گزری ہو ہم اس کی معافی چاہتے ہیں۔

استاذ العلما: (طلبہ کی طرف متوجہ ہوکر) آپ طالب علم ہیں اور آپ کو ضرور اپنے استاذ کی طرف داری کرنا چاہیے۔ مَیں آپ سے ناخوش نہیں، البتہ مولوی صاحب کے اخلاق کی ضرور شکایت ہے۔ ایک قابل آدمی کو ایسے اخلاق ہرگز نہ رکھنا چاہئیں۔ مولوی صاحب کی کوئی بات ادعا سے خالی نہیں ہوتی۔ مَیں اس سے پہلے مولوی صاحب کو جس نظر سے تولتا تھا، اتنے دعوے سننے کے بعد اس سے کچھ اچھی نظر سے نہیں تولتا ہوں، نہ اپنے زبانی دعوے سے کوئی شخص بڑا ہو سکتا ہے۔ بلکہ مولوی صاحب کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ بجائے ان کی اپنی زبان کے دوسری زبانیں اُن کی تعریف کریں۔

(منتظم صاحب کی طرف متوجہ ہوکر): جناب کی رائے سے مجھے بالکل اتفاق ہے۔ گفتگو تو الحمدللہ ہو چکی۔ اب مولانا کے رسالے ''القول الاظہر'' کے متعلق کچھ اُمور دریافت طلب باقی ہیں۔ اس کے متعلق مولوی صاحب اگر آج ہی طے کرنے کا وعدہ فرمائیں تو مَیں شہر جانے کے لیے حاضر ہوں اور دعوت بھی قبول ہے۔

صدرالمدرسین: بہتر یہی ہوگا کہ کتاب سے طے کرلیا جائے اور ہم آپ ایک ہی ہیں، کوئی بات قلم سے ایسی نہ نکلے گی جو خلافِ مزاج ہو۔ اب آپ چائے پی لیجیے اور مَیں اپنا رسالہ ''القول الاظہر'' حاضر کرتا ہوں، اس کو لے جایئے۔

استاذ العلما: مولانا! مَیں نے اب تک آپ کو وہابی قرار نہیں دیا ہے، اب تک جو گفتگو کی گئی، اس نیت سے ہرگز نہ کی گئی کہ آپ کی تذلیل کی جائے، لیکن آپ نے جو'اعلانِ مناظرہ' کے نام سے مضمون چھاپا ہے، اس میں دیکھیے کہ کیا سختی کی ہے۔

صدرالمدرسین: مولانا احمد رضا خان صاحب نے مجھ پر ''اجلی انوارِ رضا'' میں گیارہ وجہ سے کفر ثابت کیا ہے۔

استاذ العلما: اس پر آپ کو غور کرنا چاہیے، اگر آپ کے کلام میں ایسے وجوہ پائے جاتے ہیں کہ بیش تر خطا سے خالی نہیں، تو آپ کو توبہ میں جلدی کرنا چاہیے، یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔

منتظم دار العلوم: اچھا! تو اب آپ تشریف لے چلیں اور کھانا ملاحظہ فرمالیں۔

اس پر جلسہ برخاست ہوا اور مولوی احمد حسین خان صاحب رام پوری، حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ کو اپنے مسکن پر لے گئے۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے دن بھر کھانا بھی تناول نہ فرمایا تھا، شام کے پانچ بجے کے قریب کھانا تناول فرمایا، لوگ جوق در جوق آتے تھے اور کہتے تھے: الحمدللہ! آپ تشریف لے آئے اور مسئلہ اذان میں حق واضح ہوگیا۔